مولانا سلطان احمد اصلاحیؒ کی کتاب
''پانی کا مسئلہ اور قرآن''۔ایک تجزیاتی مطالعہ

ظفر الاسلام اصلاحی

مولانا سلطان احمد اصلاحی (۲رفروری ۱۹۵۲ء۔۲۹رمئی ۲۰۱۶ء) اپنی گراں قدر دینی و علمی خدمات کے لیے معروف ہیں۔ان کی علمی خدمات میں مختلف اہم و اچھوتے موضوعات پر تصانیف و تراجم اور مقالات شامل ہیں۔موضوع کا نیا پن، مباحث میں جدت، تحقیق میں گہرائی، موضوعِ بحث مسئلہ پر تازہ اطلاعات کی فراہمی، جدید طریقۂ ریفرنسنگ کا اہتمام، زبان کی سلاست اور اندازِ بیان کی دل کشی مولانا مرحوم کی تحریروں کا خاصہ رہا ہے۔وقت کے تقاضے کے مطابق جن موضوعات پر مرحوم کی علمی یادگاریں دستیاب ہیں ان میں ''پانی کا مسئلہ اور قرآن'' نامی مختصر کتاب مختلف پہلوؤں سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ذیل میں اسی کتاب کا تعارفی مطالعہ اور اس کے مباحث کا تجزیہ مقصود ہے۔

مصنفِ محترم نے یہ تحریر اصلاً ادارہ علوم القرآن (شبلی باغ، علی گڑھ) کے زیر اہتمام ''عصرِ حاضر کے مسائل اور قرآنی تعلیمات'' کے موضوع پر ۹۔۱۰راگست ۲۰۰۸ء کو منعقدہ سیمینار میں ''پانی کا مسئلہ اور قرآن'' کے عنوان سے مقالہ کی صورت میں پیش کی تھی۔ یہ مقالہ پہلے سیمینار کے مجموعہ مقالات کا حصہ بنا اور بعد میں صاحبِ مقالہ نے اسے توسیع و اضافہ کے بعد رسالہ کی صورت میں شائع کیا۔ سیمینار کے مجموعۂ مقالات میں یہ مقالہ ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے اور زیرِ مطالعہ رسالہ میں ۴۰ صفحات میں پھیلا ہوا ہے[1]۔

کتاب کے موضوع کی اہمیت و معنویت پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے اس کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے:

> ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید علوم و معارف کا ایسا گنجینہ ہے کہ اس کے ساتھ پوری عمر گزارنے کے بعد بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس سمندر سے ایک چلو بھی پیا نہیں جاسکا۔ زندگی کا کون سا معاملہ اور کون سا پہلو ہے جس میں اس کتاب کی رہنمائی نہیں ہے اور جس کے نت نئے گوشوں کی اس کے صفحات سے رونمائی نہیں ہوتی ہے۔ زندگی میں پانی کا مسئلہ بھی ایک ایسا ہی مسئلہ ہے جس کی فی زمانہ بوجوہ ضرورت اور اہمیت غیر معمولی طور پر بڑھ گئی ہے''۲۔

رسالہ کے شروع میں بنیادی بحث ''پانی کی اصلیت اور اس کی حقیقت'' کے عنوان سے ملتی ہے۔ باقی مباحث دو بڑے حصوں میں منقسم ہیں اور وہ ہیں: پانی کے ذرائع اور پانی کے استعمالات۔ پہلے حصہ کے ذیلی عناوین یہ ہیں: بارش، سمندر، دریا اور نہریں، جھیل اور چشمے، پوکھر، تالاب، باؤلی، کنواں، پنگھٹ اور رننگ واٹر۔ دوسرے حصہ میں یہ موضوعات زیرِ بحث آئے ہیں: طہارت اور پاکیزگی، پینے کا پانی، پانی کے دیگر استعمالات، پانی اور اس کی خصوصیات، پانی کی کمی بیشی میں نیکی و بدی کا دخل، اسراف سے اجتناب، پینے اور نہانے دھونے کے لیے صحت بخش پانی کی دستیابی، پانی پینے کے آداب کا لحاظ۳۔

کتاب کی اصولی یا بنیادی بحث میں مصنفِ محترم نے بجا طور پر پانی کو ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا عظیم ترین عطیہ'' قرار دیتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ پانی کی ضرورت و اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے اور موجودہ دور میں مختلف وجوہ سے یہ بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، یہاں تک کہ آج کی دنیا میں پینے کا پانی انسانیت کا شاید سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ غریبوں اور افلاس زدہ لوگوں کو چھوڑ دیجیے، متوسط طبقہ کی آبادی کے بڑے حصہ کو بھی یہ قیمتی مایہ بآسانی نہیں مل پا رہی ہے۔ ۲۰۰۳ء کی ایک اخباری رپورٹ کے حوالے سے مولانا مرحوم نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ طبقات الارض کے ایک سیمینار میں

پیش کردہ ماہرین کے اس بیان کو نقل کیا ہے کہ ملک میں تقریباً ۷۵ فیصد پانی پینے کے لایق نہیں ہے۔ ملک کے سب سے بڑے صوبے اتر پردیش میں ریاست کی ۸۰ فیصد سے زیادہ آبادی پینے کے لیے زیرِ زمین پانی کو براہِ راست استعمال کرتی ہے، اس صوبہ کے ۷۲ میں سے ۴۹ اضلاع کے لوگ کینسر جیسا مہلک مرض پیدا کرنے والے آرسینک اور سیسہ آمیز پانی پینے کے لیے مجبور ہیں۔ دوسرے یہ پانی، جیسا کہ جدید تحقیقات بتا رہی ہیں، جانوروں اور پرندوں کے لیے بھی مضر ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ آب پاشی یا سینچائی کے قابل بھی نہیں رہ گیا ہے۔ اسی ضمن میں مصنفِ گرامی نے اس جانب بھی توجہ دلائی ہے کہ پانی کی اس مہلک آلودگی میں زیادہ حصہ انسان کی اپنی کارستانیوں کا ہے اور اس میں خاص دخل صنعتی فضلات اور گندے نالوں کا ہے۔ مصنفِ محترم کی رائے میں اس بھیانک صورتِ حال میں پینے کے پانی کے مسائل کے حل کے لیے قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنا بہت ضروری ہوگیا ہے[۴]۔

پانی سے متعلق اصولی بحث میں صاحبِ کتاب نے اس جانب خاص توجہ دلائی ہے کہ اس نکتہ پر غور کرنے اور اسے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ قرآن اس مایۂ بے بہا کے بارے میں کیا بنیادی فکر دیتا ہے؟ اس کی وضاحت میں انہوں نے یہ تحریر کیا ہے کہ پانی خالصۃً اللہ رب العزت کا عطیہ ہے اور اس بخشش میں کوئی دوسرا اس کا سہیم و شریک نہیں ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے استعمال کرتے وقت منعمِ حقیقی کو یاد کیا جائے اور اس کی جنابِ عالی میں شکر بجالایا جائے، لیکن افسوس کہ انسانوں کی اکثریت اس باب میں غفلت کا شکار ہے۔ یہ گمراہ کن سوچ ہے جو مشرکانہ تصور پر مبنی ہے کہ بارش کو کسی نکھتر سے منسوب کیا جائے یا کسی دیوی و دیوتا کی مہربانی کا نتیجہ سمجھا جائے۔ قرآن کریم (النحل:۱۶/۱۰) نے بہت صاف لفظوں میں یہ حقیقت واضح کردی ہے کہ آسمان سے پانی برسانے والا اللہ ہے، یہ محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت کا مظہر ہے۔ مولانا کے بقول ملحدین ومنکرین کو تو چھوڑ دیجیے، جو لوگ خدا کے قائل ہیں ان سے بھی اس نعمت کو برتتے ہوئے اس احسان مندی اور شکر گذاری کا اظہار نہیں ہوتا جو فی الواقع ہونا چاہیے[۵]۔ ایک دوسرے اسکالر پروفیسر

شہزاد الحسن چشتی نے سورۃ الزمر کی آیت ۲۱/ (الم تر انّ الله انزل من السماء ماءً / کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا) کے حوالہ سے اس بنیادی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کائنات تخلیق کی ہے، وہی اس کا مالک وآقا ہے اور اس نے کرۂ ارض پر بارش برسانے کا نظام قایم کیا ہے، اس کے قوانین بنائے ہیں اور اس کے ذریعہ زمین پر اپنی مخلوقات کے لیے رزق بہم پہونچانے کا انتظام کیا ہے۔ انسان کا کام یہ ہے کہ وہ ان قوانین اور اس نظام کے معلوم کرنے کے لیے جدوجہد کرے اور صرف اور صرف اللہ کی کبریائی بیان کرے...... کسی فرشتے یا جن یا انسان یا مٹی اور پتھر کے بنے بتوں میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ یہ کام سکیں، لہٰذا بارش برسنے کا عمل انسان سے خدائے واحد پر ایمان کا متقاضی ہے''۶۔ ایک دوسری آیت میں آسمان سے بارش کے نزول کی اصلیت کے باب میں اس طور پر غور کرنے کی دعوت دی: أفر ایتم الماء الّذی تشربون ۔ ءأنتم انزلتموہ من المزن ام نحن منزلون (الواقعۃ :۵۶/۶۸۔۶۹)[کیا تم نے کبھی دیکھا کہ یہ پانی جو تم پیتے ہو اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟]

اسی بنیادی بحث میں مولانا نے یہ نکتہ بھی اجاگر کیا کہ پانی کے بہت سے فوائد (پینا، کھیتی باڑی، باغ بانی اور اناج وپھل پیدا کرنے میں اس سے کام لینا) ہیں، جیسا کہ قرآن میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے، لیکن سورہ النحل، آیت ۱۰/ میں سب سے پہلے یہ ذکر کر کے کہ اللہ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے جس سے تمہیں پینے کا پانی ملتا ہے(ھو الّذی انزل من السماء ماءً لکم منه شراب / وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہیں پینے کا پانی ملتا ہے) یہ حقیقت واضح کردی گئی کہ انسان کی سب سے اہم ضرورت پینے کا پانی ہے اور یہ کہ اس کی تکمیل قدرتی بارش سے ہوتی ہے۔ اس بحث کے آخر میں مولانا نے یہ دل لگتا تبصرہ بھی فرمایا ہے کہ ''انسان کی بدقسمتی ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں (اناج، پھل، سبزی وغیرہ) سے تو شادکام ہوتا ہے، لیکن اللہ کی نازل کردہ بارش جس کے طفیل میں اس کو یہ نعمتیں نصیب ہوتی ہیں اس کے برسانے والے کو وہ بھول جاتا ہے''۷۔

پینے کا پانی میسر ہونے پر اللہ رب العزت کے تئیں احسان مندی اور شکر گزاری پر زور دیتے ہوئے مولانائے محترم نے سورہ المومنون کی آیت ۱۸/ (وانزلنا من السماء ماءً بقدر فاسکنّٰه فی الارض و انّا علیٰ ذهاب به لقادرون/ اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازے کے مطابق اور اسے زمین میں روکے رکھا اور ہم جب چاہیں اسے غائب کردینے پر قادر ہیں) کے حوالے سے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ کی ذاتِ رحیم وکریم پانی کو زمین میں روکنے اور محفوظ کرنے کا قدرتی نظم کرتی ہے اور وہ جب چاہے اسے کم کرنے، اسے واپس لینے اور زیرِ زمین انسان کی پہنچ سے اسے دور کردینے کی قدرت رکھتی ہے۔ مصنفِ محترم نے بارش کی نسبت سے اللہ کے لطف وکرم کا یہ پہلو بھی اجاگر کیا ہے کہ انسان بارش کے پانی سے کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتا، نہ تو وہ اسے اس طور پر محفوظ رکھ سکتا ہے کہ آئندہ کے استعمال کی خاطر اس کے لیے کافی ہوجائے، نہ ہی اس کے پاس پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ اسے بارش کے پانی کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ وہ ہر سال مختلف موسموں میں بارش کے نظام کو جاری رکھتا ہے اور انسان اس سے فیض اٹھاتا ہے، یہاں تک کہ اگلے موسم میں پھر ابرِ رحمت کا نزول ہوتا ہے، جیسا کہ سورہ الحجر کی آیت ۲۲/ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کررہی ہے: وارسلنا الریح لواقح فانزلنا من السماء ماءً فا سقینٰکموه وما انتم له بخازنین (اور ہم نے ہواؤں کو پانی سے بھر کر بھیجا، پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا جس سے ہم نے تمھارے لیے پینے کا انتظام کیا، حالاں کہ تمھارے پاس اس کا ذخیرہ مہیا نہیں تھا) [۸]۔

مصنفِ محترم کی نظر میں بارش سے متعلق ان سب حقایق کا تقاضا ہے کہ انسان اس نعمت کی قدر کرے اور دینے والے کو نہ بھولے، ورنہ وہ اس کے وبال سے دوچار ہوگا اور پانی سے متعلق طرح طرح کے مسائل میں گرفتار ہوگا۔ مزید براں انھوں نے سورہ المومنون کی مذکورہ آیت سے یہ نکتہ بھی اخذ کیا ہے کہ قرآن کی نظر میں بارش کے پانی کو محفوظ رکھنے کا نظم کرنا اور اسے آلودگی سے بچائے رکھنا مطلوب ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر انھوں نے یہ تاثر بھی ظاہر کیا کہ اس آیت سے واٹر ہارویسٹنگ کی ترغیب ملتی ہے [۹]۔

یہاں یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مصنفِ گرامی نے قحط سے حفاظت کے لیے نبی کریم ﷺ کی تعلیم کردہ دعاء سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وہ بارش انسان کے لیے نفع بخش ہوتی ہے جو لمبے عرصے تک مسلسل اور لگا تار ہونے کے بجائے ضرورت کے مطابق تھوڑے وقفے سے ہو۔ دعاء کے الفاظ یہ ہیں: ''الّھم اسقنا غیثاً مغیثا مریئاً مریعاً نافعاً غیر ضارّ عاجلاً غیر آجل ۱۰''۔ مولانا نے اس دعاء کا ترجمہ یہ تحریر فرمایا ہے: ''اے اللہ ہمارے اوپر عمدہ بارش برسایئے جو خوش انجام ہو اور جو زرخیزی و شادابی لانے والی ہو، جو مفید ہو، نقصان دہ نہ ہو، جو کچھ دیر کی ہو بالکل لگاتار اور مسلسل نہ ہو''۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اس دعاء کے آخری دو لفظ ''عاجلاً غیر آجل'' کا ترجمہ (جو کچھ دیر کی ہو، بالکل لگاتار اور مسلسل کی نہ ہو) دوسروں سے یکسر مختلف ہے۔ سنن ابو داؤد (جس کے حوالے سے مصنفِ گرامی نے یہ دعاء نقل کی ہے) کے اردو ترجمہ اور ''معارف الحدیث'' میں ان الفاظ کا ترجمہ [بالترتیب] اس طور پر ملتا ہے: ''جلدی آنے والا، نہ دیر کرنے والا [مینہ برسا] ر''اے اللہ جلد [بارش] نازل فرما، دیر نہ ہو''۱۱۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی مرحوم نے مذکورہ بالا ترجمہ سے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، یہ استدلال کیا ہے کہ وقفے وقفے سے ضرورت کے مطابق ہونے والی بارش نفع بخش ہوتی ہے۱۲۔

پانی کی قدر و قیمت اور افادیت سے متعلق مصنفِ محترم کی اصولی بحث کا تجزیہ کرتے ہوئے اس ذاتی احساس کا اظہار مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے متعدد آیات کے حوالے سے پانی کی اہمیت بالخصوص انسان و دیگر جاندار کی زندگی کا اس پر انحصار بڑے اچھے انداز میں واضح کیا ہے، تاہم اس سلسلہ کی دو آیات کا ذکر رہ گیا ہے جن میں اللہ رب العزت نے یہ فرمایا ہے کہ ہر جان دار کی تخلیق پانی سے ہوئی یا یہ کہ ہر چیز کی اصل پانی سے ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: وجعلنا من الماء کلّ شیئی حی (الانبیاء:۲۱/۳۰) [اور ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا]۔ واللہ خلق کلّ دابّۃ من ماء (النور:۲۴/۴۵) [اور اللہ نے ہر جان دار کو پانی سے پیدا کیا]۔ سورہ الانبیاء کی آیت کی تشریح میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''اس آیت سے جو مفہوم سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ پانی کو خدا

نے سببِ زندگی اور اصلِ حیات بنایا ہے اور اسی سے زندگی کا آغاز کیا۔ دوسری جگہ اس مطلب کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: والله خلق كلّ دابّة من ماء (النور/آیت ۴۵) [اور خدا نے ہر جان دار کو پانی سے پیدا کیا] [۱۳]۔

یہاں یہ اضافہ اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ تمام جان دار بالخصوص انسان کی زندگی میں پانی کی اہمیت و ناگزیریت کی وضاحت میں پروفیسر شہزادالحسن چشتی نے جدید تحقیقات کے حوالے سے یہ اطلاعات فراہم کی ہیں:

> ''سارے ہی زندہ حیات کے جسموں میں پانی ایک انتہائی اہم جز ہے۔ انسان کے جسم میں ہر وقت ۴۰ تا پچاس لیٹر پانی موجود ہوتا ہے، یعنی انسان کی جسامت کا ۶۰ یا ۷۰ فیصد۔ پانی کی اہمیت اس وقت زیادہ محسوس ہوتی ہے جب پیاس لگتی ہے۔ انسان اور دوسرے جان داروں میں ایک خاص مقدار سے کم پانی موت کا پیغام ہے۔ پانی کا توازن جسم کو زندہ و متحرک رکھنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ پانی کی قدرتی خصوصیات یوں تو بے جان و جان دار دونوں کے لیے انتہائی اہم ہیں، مگر جان داروں کے لیے تو پانی آبِ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں مختلف قسم کے مائعات (Liquids) پیدا فرمائے ہیں، مگر طبیعی اور کیمیائی خصوصیات کے باعث صرف پانی ہی کو زندگی کے لیے لازمۂ حیات بنایا ہے'' [۱۴]۔

پانی سے متعلق اس بنیادی بحث کے بعد مصنفِ مرحوم نے قرآن و حدیث، فقہ، تاریخِ اسلامی کے حوالے سے پانی کے ذرائع اور اس کے استعمالات پر نہایت جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے اور دورِ حاضر میں پانی کے مسائل کے حل کے لیے قرآنی اصول و ہدایات پر سنجیدگی سے عمل پیرا ہونے کی دعوت دی ہے۔ ان مباحث پر کچھ تفصیل سے روشنی ڈالنے سے قبل ان سے اخذ ہونے والے خاص خاص نکات کا مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱- پانی کی قدر و قیمت کی وضاحت اور اس انتہائی قیمتی نعمت نصیب ہونے پر شکرِ الٰہی کی مطلوبیت وافادیت۔

۲- بارش کے پانی کے بارے میں قرآن کا بنیادی تصور (عطیۂ الٰہی) اور اس نسبت سے لوگوں کی فکری اصلاح کی ضرورت۔

۳- پانی کے تحفظ کے لیے مختلف ذرائع اختیار کرنے پر زور اور اس کے لیے جدید تکنیک استعمال کرنے کی ضرورت۔

۴- صاف وشفاف اور صحت مند پانی کے استعمال کی قرآنی ترغیبات اور لوگوں کو اس کے مہیا کرنے کی ضرورت۔

۵- معاشرہ کے اصحابِ ثروت و مخیّر حضرات کو اس نیک کام میں شرکت وتعاون کی دعوت۔

۶- قرآنی آیات کے حوالے سے پانی کے قدرتی ذرائع کی نشان دہی اور انہیں صاف ستھرا رکھنے پر زور۔

۷- پانی کے حصول کے دیگر اہم ذرائع (تالاب، پوکھر، کنواں و پنگھٹ) کی وضاحت اور انہیں آلودگی سے پاک رکھنے کی ضرورت پر زور۔

۸- قرآن میں بارش کے پانی کو طہور (پاک اور پاک وصاف کرنے والا) کہا گیا ہے اور حدیث میں سمندر کے پانی کو بھی طہور قرار دیا گیا ہے۔اسی پر قیاس کر کے چشموں اور کنویں کے پانی کو بھی پاک اور پاک کرنے والا کہا جا سکتا ہے۔

۹- سورہ الواقعۃ کی آیت/۳۱ کے حوالے سے جنت کی نعمتوں میں ''ماءِ مسکوب'' کا ذکر اور اس کا رننگ واٹر پر اطلاق۔

۱۰- یہ وضاحت کہ قرآن (المرسلات ۷۷/۲۷؛ الفرقان: ۲۵/۴۸) میں پانی کی خاص صفت ''طہور وفرات'' بیان کی گئی ہے، یعنی یہ پانی پاک و میٹھا ہے اور خوش گوار وصحت مند بھی۔

۱۱- سمندر میٹھے و کھارے دونوں قسم کے پانی دینے والے ہوتے ہیں۔ اللہ کی

رحمت، قدرت و حکمت کہ دو مختلف النوع والے پانی کے مابین ایسا غیر مرئی (Unvisible) پردہ حائل ہو جاتا ہے کہ کھارا پانی میٹھے کو متاثر نہیں کرتا۔

۱۲- پانی سے متعلق قرآنی آیات میں پینے کے کام میں آنے کے علاوہ طہارت و پاکیزگی کا ذریعہ ہونے کا ذکر۔

۱۳- قرآن کے مطابق پانی کے معروف استعمالات میں پینا، پاکی حاصل کرنا، کھیتوں و باغوں کو سیراب کرنا اور ان کے ذریعہ اناج، پھل و سبزی پیدا کرنا ہے۔

۱۴- پانی کے استعمالات میں تعمیرات میں کام لینا بھی شامل ہے، شہری ترقیات کے موجودہ دور میں یہ استعمال عام ہو گیا ہے۔ اسی طرح جدید دور میں پانی بجلی پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ بن چکا ہے۔

۱۵- انسان مختلف طور پر پانی سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے، ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پانی کو استعمال کرتے ہوئے شکر الٰہی کے جذبہ سے معمور رہے، لیکن دوسروں کو چھوڑ دیجیے اپنے دینی بھائیوں میں بھی شکر گزاری میں کمی کا احساس ہوتا ہے۔

۱۶- قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پینے کے لیے ماءِ فرات یا ٹھنڈے وخوش گوار پانی کا انتظام کیا ہے، یعنی یہی پانی انسان کے لیے مطلوب ہے۔ اس لیے جدید تکنیک استعمال کر کے کھارے پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۱۷- پینے کے پانی کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا معیار بہت بلند تھا۔ حدیث کے مطابق نبی کریم ﷺ کو میٹھا و ٹھنڈا پانی پسند تھا۔ آپ ﷺ کی ذات پوری دنیا کے لیے باعثِ رحمت ہے، اس لیے پانی کے سلسلہ میں بھی آپ ﷺ کی پسند عام ہونی چاہیے۔

۱۸- بہتر ہوگا کہ حضرت عثمان غنیؓ کی مثالی فیاضی سے سبق لیتے ہوئے اہلِ وسائل و اصحابِ خیر پانی کی فراہمی یا اس کی کمی دور کرنے میں پیش قدمی

کریں۔

۱۹- پانی جیسی قیمتی نعمت کی قدردانی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے استعمال میں احتیاط برتی جائے اور اسراف وفضول خرچی سے اجتناب کیا جائے۔

۲۰- انسان بارش کی کمی، خشک سالی، سطحِ آب کی گراوٹ، نعمت کی ناقدری اور دیگر وجوہ سے پانی کی کمی کے مسائل سے دوچار ہوتا رہتا ہے، اس کا قرآنی حل رجوع الی اللہ اور توبہ واستغفار ہے۔

۲۱- حضرت عمرؓ نے قرآنی آیات کی روشنی میں خشک سالی یا قحط کے مواقع پر توبہ و استغفار کو سب سے کارگر نسخہ بتایا تھا اور سب کو اسے اپنانے کی نصیحت کی تھی۔

ذیل میں مذکورہ بالا نکات کی کچھ تفصیل پیش کی جارہی ہے:

پانی کے ذرائع (Sources of Water) کی بحث میں مصنفِ محترم نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ قرآن کریم میں بارش کا ذکر تیس بار، سمندر کا چالیس بار اور جنت کی نہروں سے قطعِ نظر دنیا کی نہروں کا دس بار ذکر ملتا ہے۔ مصنفِ گرامی نے بارش کے پانی پر بحث کرتے ہوئے اس کی مختلف خصوصیات واضح کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ خود پاک ہے اور پاکیزگی کا ذریعہ بنتا ہے، جیسا کہ سورۃ الفرقان کی آیت ۴۸ میں بارش کے پانی کو ''طہور'' یعنی پاک و صاف کرنے والا قرار دیا گیا ہے [۱۵]۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی کو نہایت خوش گوار اور میٹھا بنایا ہے۔ قرآن میں اس کے لیے ''فرات'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ یہ آیت بتارہی ہے:

وَاَسْقَيْنٰكُمْ مَاۗءً فُرَاتًا (المرسلات: ۷۷/۲۷) اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا۔

مصنفِ محترم نے بڑے اچھے انداز میں اس کی ترجمانی اس طور پر کی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی کو غیر معمولی طور پر خوش گوار اور میٹھا بنایا ہے'' [۱۶]۔ اس آیت کے حوالے سے اللہ کے لطف وکرم کے بارے میں بعض دیگر حضرات کے یہ احساسات بھی قابلِ ذکر ہیں: ''بارش سے برسایا جانے والا پانی میٹھا اور پینے کے قابل ہوتا ہے۔ اگر اللہ بارش کا یہ نظام قائم نہ کرتا تو کرۂ ارض کے باسیوں کے لیے میٹھے پانی کا حصول ناممکن تھا،

لہٰذا کرۂ ارض پر زندگی کا وجود ممکن نہ ہوتا۔ یہ صرف اللہ کی رحمت ہی ہے کہ اس نے بارش کو میٹھے پانی کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے اور کرۂ ارض کی ساری مخلوق اس سے مستفید ہو رہی ہے''[۱۷]۔ انسان و دیگر جان دار کے لیے میٹھے پانی کی فراہمی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا مزید کرم یہ ہے کہ دو مختلف قسم (کھارے و میٹھے) کے پانی والے سمندروں کے مابین ایسا غیر مرئی حجاب ڈال دیا ہے کہ کھارے پانی والا سمندر میٹھے پانی والے کو متاثر نہیں کرتا اور انسان کو سمندر میں بھی میٹھا پانی دستیاب ہوتا رہتا ہے۔ سورۃ الفرقان کی آیت ۲۵/۵۳ اللہ رب العزت کے اس فضل و کرم کے اس عظیم مظہر کی جانب ان الفاظ میں متوجہ کر رہی ہے:

وھو الّذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخاً و حجراً محجوراً (اور اللہ ہی ہے جس نے دو سمندروں کو باہم ملا رکھا ہے، ان میں ایک کا پانی خوب میٹھا ہے اور دوسرا انتہائی کھاری اور تلخ ہے۔ اور اللہ نے ان دونوں کے مابین ایک حجاب ڈال دیا ہے جو دونوں کے درمیان کبھی نہ ہٹنے والی رکاوٹ بن گیا ہے)۔ اہم بات یہ کہ قرآن کریم میں مزید تین آیات (النمل: ۲۷/۶۱؛ فاطر: ۳۵/۱۲؛ الرحمٰن: ۵۵/ ۱۹-۲۱) میں اللہ رب العزت کی قدرت کے اس کرشمہ کا بیان ہے[۱۸]۔ یہاں یہ نکتہ بھی لائق توجہ ہے کہ قدرت کے اس کرشمہ کے مظاہر انسان کے سامنے آتے رہتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا مضمون نگار (پروفیسر شہزاد الحسن) نے عہدِ وسطیٰ کے بعض امیر البحر (Admiral) کے بیانات اور جدید تحقیقات کے حوالہ سے یہ قیمتی اطلاع فراہم کی ہے: ''سولھویں صدی عیسوی میں ترک امیر البحر نے اپنی کتاب مراۃ الممالک میں خلیج فارس کے اندر ایسے مقام کی نشان دہی کی ہے اور لکھا ہے کہ وہاں آب شور کے نیچے آب شیریں کے چشمے ہیں جن سے وہ خود اپنے بحری بیڑے کے لیے پانی حاصل کرتا تھا۔ بحرین کے قریب سمندر کی تہہ میں اس قسم کے بہت سے چشمے کھلے ہوئے ہیں جن سے لوگ میٹھا پانی حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح جبرالٹر کا نیم گہرا علاقہ بحرِ اٹلانٹک کے پانی اور میڈیٹرینین سمندر کے پانی کو آزادانہ گڈمڈ ہونے سے روکتا ہے۔ یہ صورتِ حال واضح طور پر مراکش اور اسپین کے علاقہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اللہ کی شان کہ ایک فرانسیسی ماہرِ بحریات جیکو یاوس کاسٹیو

(Jaeques Yues Costeau) نے جب اس کا مشاہدہ کیا اور قرآن حکیم کی آیات (الرحمٰن/۱۹-۲۴) اس کے سامنے آئیں تو اس نے بلا تکلف اللہ کی رب العزت کی بڑائی کا اعلان کیا اور مسلمان ہو گیا''۱۹۔

بارش کے پانی کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مصنفِ موصوف نے اس نکتہ پر غور وفکر کی دعوت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے پاک صاف و میٹھا پانی نازل فرماتا ہے، لیکن یہ انسان ہے کہ اس کے ذخائر اور سپلائی کے ذرائع کو گندہ وآلودہ کر کے اس خوش ذائقہ وصحت بخش پانی کو گدلا ومضرّ صحت بنا دیتا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے خاص طور سے صنعتی فضلات کا ذکر کیا جو ندیوں، دریاؤں اور نالوں میں ڈالے جانے کی وجہ سے پانی کو آلودہ اور پینے کے ناقابل بنا دیتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر وہ کھیت کی سینچائی کے قابل بھی نہیں رہ جاتا۔ مزید یہ کہ ان فضلات کے سمندر و دریا میں جانے سے مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور مر جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے وسائل و ماحولیات کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ ان سب سے بڑی بات یہ کہ ان سب گندگیوں کے سبب پانی کی شفافیت اور میٹھے پن کی وہ خصوصیت مجروح ہوتی ہے جس کی کتاب اللہ میں صراحت ہے۲۰۔

بارش کے پانی کی اہمیت وخصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے مصنفِ گرامی نے خاص طور سے اس نکتہ کی طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر شفقت و محبت ہے کہ وہ بارش کے پانی کو زمین پر ایک خاص مقدار میں نازل فرماتا ہے۔ یہی پانی اگر ضرورت سے کم ہو تو قحط سالی ہوتی ہے اور اگر زیادہ ہو جائے تو سیلاب کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ دونوں حالتیں انسان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ وہ اس کے لیے موسم کی ضرورت کے لحاظ سے مناسب بارش کا انتظام کرتا ہے۔ دوسرے انسان کے بس میں نہیں کہ وہ بارش کے پانی کو اس طرح محفوظ کر لے کہ وہ آئندہ کے لیے کافی ہو جائے۔ یہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ ہر سال مختلف موسموں میں ہواؤں کے ذریعہ بادلوں کو پانی سے بھر دیتا ہے اور اس سے ہونے والی بارش کا مناسب ذخیرہ کر کے انسان سب سے پہلے پینے کے پانی کا سامان کرتا

ہے، یہاں تک کہ اگلے موسم میں پھر اللہ تعالیٰ ابرِ رحمت برسا دیتا ہے[۲۱]۔ اہم بات یہ کہ اس نکتہ کی وضاحت میں سورۃ الحجر کی آیت ۲۲/ (وارسلنا الریٰح لواقح فانزلنا من السماء ماءً فاسقینکموہ وما انتم له بخازنین / اور ہم نے ہواؤں کو پانی سے بھر کر بھیجا، پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا جس سے ہم نے تمھارے لیے پینے کا انتظام کیا، حالاں کہ تمھارے پاس کا ذخیرہ فراہم نہیں تھا) کی تشریح کرتے ہوئے مولانا نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس سے ضمناً بارش کا طریقۂ عمل (Process) بھی واضح ہوتا ہے، یعنی سمندر کا پانی بھاپ بن کر اٹھتا ہے، جسے ہوائیں اوپر اٹھا کر بادل کی صورت دے دیتی ہیں[۲۲]۔ مذکورہ بالا مضمون نگار نے مزید چار آیات (الاعراف: ۷/۵۷؛ الرعد: ۱۳/۱۲-۱۳؛ الذاریات: ۵۱/۱-۲؛ المرسلات: ۷۷/۱-۴) کا حوالہ دیتے ہوئے بارش کے طریقۂ عمل کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''کرۂ ارض پر موجود پانی کو اللہ تعالیٰ بخارات میں تبدیل فرماتا ہے جو بادلوں کی صورت میں ہوا کے دوش پر آسمان یا عالمِ بالا کی طرف سفر کرتے ہیں اور جہاں جہاں ان کی ضرورت ہوتی ہے پھیلا دیتے ہیں اور زمین کے اوپر ایک خاص فاصلہ پر پہنچ کر بالعموم پانی کی بوندوں کی شکل میں زمین ہی پر برس پڑتے ہیں''[۲۳]۔ اللہ کے حکم سے ضرورت کے مطابق بارش ہونے کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے: ''(بارش کے) پانی کی تقسیم میں بھی توازن ہے۔ کسی بھی علاقہ کی سالانہ بارش کے ریکارڈ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں بارش کا سالانہ ایوریج (Average) تقریباً یکساں رہتا ہے، یا کچھ کم یا زیادہ۔ بعض علاقوں میں بڑے عرصہ تک بارش نہیں ہوتی اور خشک سالی کا شکار ہو جاتے ہیں، مگر جب بارش ہوتی ہے تو جل تھل ہو جاتا ہے، یعنی خشک سالی کے دوران میں بارش کی کمی کا حساب برابر کر دیا جاتا ہے[۲۴]۔

پانی کے ذرائع میں مصنفِ مرحوم نے بارش کے علاوہ سمندر، دریا، نہر، جھیل، چشمے، پوکھر، کنواں اور پنگھٹ کا ذکر کیا ہے اور ان سب کا وجود قرآن سے ثابت کیا ہے[۲۵]۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۷۴/ (وانّ من الحجارۃ لما یتفجّر منه الانھار و انّ منھا لما یشقّق فیخرج منه الماء / اور ہاں کچھ پتھر ہوتے ہیں جن سے پھوٹ کر دریا نکل

پڑتے ہیں اور ہاں ان میں کچھ [ایسے بھی] ہوتے ہیں جو پھٹ پڑتے ہیں اور پانی نکل آتا ہے) سے دریا جھیل اور چشمے کا وجود ثابت کیا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۹۰/ میں لفظ "ینبوع" آیا ہے (وقالوا لن نؤمن لک حتّی تفجر لنا من الارض ینبوعا / اور وہ کہتے تھے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے چشمہ نہ پھوڑ کر نکال دو)۔ اس سے بھی انہوں نے چشمہ کا وجود ثابت کیا ہے ۲۶۔ سورہ الزمر کی آیت ۲۱/ میں "ینابیع" (ینبوع کی جمع) کا ذکر آیا ہے: الم تر انّ اللہ انزل من السماء ماءً فسلکہ ینابیع فی الارض / اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اسے زمین میں چشموں کی صورت میں چلا دیا۔ صاحبِ کتاب نے اس کے مفہوم میں چشموں کے علاوہ پوکھر، تالاب اور باؤلی کو شامل کیا ہے ۲۷۔ سورہ الحج کی آیت ۴۵/ (فکایّن من قریۃ اھلکنٰھا وھی ظالمۃ فھی خاویۃ علیٰ عروشھا و بئر معطلّۃ و قصر مشید / اور کتنی ہی بستیاں رہیں کہ جب انہوں نے ظلم کا راستہ اختیار کیا تو ہم نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا، سو وہ اپنی چھتوں سمیت اوندھی پڑی ہیں۔ اس طرح کتنے کنوئیں ہیں جو اجڑے پڑے ہیں اور عالیشان عمارتیں ہیں [جو مکینوں سے خالی ہیں]) میں مذکور لفظ "بئر معطلّۃ" کے حوالے سے مولانا مرحوم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ "ماضی قریب تک کنوئیں کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی اور آج اس کی جگہ ہینڈ پائپ اور سمر سیبل نے لے لی ہے" ۲۸۔ اسی ضمن میں سورۃ القصص کی آیت نقل کی ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے "ماء مدین" (ولمّا ورد ماء مدین / اور جب وہ مدین کے پنگھٹ پر پہنچے) کا ذکر ہے جہاں انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحب زادیوں کو جانوروں کو پانی پلانے میں مدد دی تھی۔ مولانائے محترم نے اس کا ترجمہ "مدین کا پنگھٹ" کر کے قرآن سے پنگھٹ کی دستیابی ثابت کی ہے ۲۹۔ یہاں یہ واضح رہے کہ مترجمین و مفسرینِ قرآن نے عام طور اس کا ترجمہ "مدین کا کنواں" یا "مدین کا پانی" کیا ہے۔ اور انگریزی تراجم میں اسے A Well, Watering Place, Spring سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مصنفِ محترم کی ترجمانی مناسبِ حال معلوم ہوتی ہے اور ان کی جدت کا بھی ثبوت پیش کرتی ہے۔

مزید براں یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سورۃ الواقعۃ کی آیت ۳۱ میں جنت کی نعمتوں کے ضمن میں ''ماء مسکوب'' کا بھی ذکر ہے(و ظلّ ممدود و ماء مسکوب و فاکھة کثیرة ر پھیلا ہوا سایہ، بہتا ہوا پانی اور بہت زیادہ پھل)۔ مولانا نے ''ماء مسکوب'' سے رننگ واٹر (Running Water) مراد لیا ہے اور اسے پانی کے ذرائع میں شامل کرتے ہوئے یہ اچھوتا خیال پیش کیا ہے کہ:

> '' دنیا کی زندگی جنت کا ایک معمولی عکس ہے۔ سو اصل جنت کی طرح یہاں بھی اگر اس کے مستقبل کے مکینوں کو یہ سہولت حاصل ہو تو یہ عین فطری ہے۔ ماء مسکوب کا مطلب ہے ''انڈیلا ہوا پانی'' جس کو کھینچ کر نکالنے کی مشقت نہ ہو۔ آج کے لحاظ سے اس کا بہترین محل رننگ واٹر ہے جس سے دنیا کی بڑی آبادی مستفید ہو رہی ہے، جب کہ شہری آبادی کا تقریباً تمام تر اسی پر دارومدار ہے'' ۳۰۔

ایک دوسرے مقام پر مصنفِ محترم نے صراحۃً لکھا ہے کہ موجودہ دور میں شہری آبادی کے ۹۹ فیصد لوگ رننگ واٹر پر انحصار کرتے ہیں ۳۱۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اردو مترجمین و مفسرینِ قرآن کے یہاں ''ماءِ مسکوب'' کا ترجمہ مختلف طور پر ملتا ہے: ہر دم رواں پانی (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)، چلتا ہوا پانی (مولانا عبدالماجد دریابادی)، پانی بہایا ہوا (مولانا امین احسن اصلاحی)، پانی بہتا ہوا (مولانا محمود حسن)، بہتا ہوا پانی (مولانا محمد حسان نعمانی)۔ انگریزی تراجمِ قرآن میں اسے Water Flowing Constantly (تقی الدین ہلالی و محمد محسن) اور Ghushing Water (ڈاکٹر ظفر الحق انصاری) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بلا شبہ ''ماء مسکوب'' کو رننگ واٹر سے تعبیر کرنے میں بھی مولانا اصلاحی مرحوم کی جدت پسندی نمایاں ہے۔

کتاب کے مباحث کا دوسرا اہم حصہ پانی کے استعمالات (Uses of Water) سے متعلق ہے۔ اس بحث کی ابتداء میں مولانا نے سب سے پہلے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ بلا شبہ پینے کا صاف پانی (Potable Water) انسان کی اہم ترین ضرورت ہے

اور یہی پانی کا سب سے اہم استعمال بھی ہے جس کی طرف قرآن نے متوجہ کیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ پانی کا ایک اور اہم استعمال ہے اور اس کی طرف بھی قرآن نے رہنمائی کی ہے (گو جدید دنیا اس کی طرف کم توجہ دیتی ہے) اور وہ ہے طہارت، نظافت اور پاکیزگی کا حصول۔ اہم بات یہ کہ اسلام میں طہارت صرف جسم تک محدود نہیں، بلکہ لباس، مکان، صحن، سڑک، راستہ، نالی وغیرہا سب کی صفائی ستھرائی مطلوب ہے ۳۲۔ قرآن کریم (الفرقان: ۲۵/ ۱۸) میں بارش کے پانی کو ''طھور'' یعنی پاک صاف کرنے والا قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر واضح کیا جاچکا ہے۔ تفسیرِ جلالین کے حوالے سے مولانا نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ بارش کا پانی خود پاک ہے اور پاکیزگی عطا کرنے والا ہے ۳۳۔ اسی ضمن میں صاحبِ کتاب نے مولفِ ''ھدایہ'' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس پر قیاس کر کے سمندر، وادی، چشمہ اور کنواں کے پانی کو بھی طہور کہا جا سکتا ہے ۳۴۔ پانی کے دیگر استعمالات میں کھیتوں و باغوں کی سینچائی، گھر، سڑک، پل کی تعمیر میں اس سے کام لیے جانے کا ذکر کرتے ہوئے مصنفِ موصوف نے یہ تاثر ظاہر کیا ہے کہ شہری ترقیات کے موجودہ دور میں تعمیرات کے کام میں پانی کا استعمال غیر معمولی حد تک بڑھ گیا ہے اور واقعہ یہ کہ سول انجینئرنگ کی ساری رونق بڑی حد تک پانی کے دم قدم سے ہے۔ مزید یہ کہ پانی بجلی کی پیداوار کا بھی ایک اہم ذریعہ ہے اور اسی مقصد سے بڑے بڑے ڈیمس (Dams) کی تعمیر جدید دور کے ترقیاتی منصوبوں کا اہم ترین جزو ہے، لیکن افسوس یہ کہ ان سب ضروریات کے لیے پانی کو استعمال سے کام کرنے والے اس نعمتِ بے بہا کا شکر ادا کرنے سے غافل رہتے ہیں اور مزید افسوس کی بات یہ کہ کلمہ گو بھی اس کا حق ادا کرنے میں کوتاہی برتتے ہیں ۳۵۔

کتاب کی ایک اہم بحث اس مسئلہ سے تعلق رکھتی ہے کہ پانی کی کمی بیشی میں انسان کے اعمال کا دخل ہوتا ہے ۳۶۔ قرآن کریم کے حوالے سے صاحبِ کتاب نے یہ واضح کیا ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ھودؑ نے اپنی قوم کو اسی کی تعلیم دی تھی (نوح: ۷۱/ ۱۰۔۱۲؛ ھود: ۱۱/ ۵۲)۔ مصنفِ موصوف نے بجا طور پر یہ تحریر کیا ہے کہ قرآن سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے بارش یا زیرِ زمین پانی میں کمی اس وقت آتی ہے جب انسان

گناہوں سے لت پت ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں بارش کی طلب کے لیے اللہ سے رجوع اور گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے۔ نبی آخر الزماں ﷺ نے مسائل کے حل کے لیے امت کو جو دعائیں تلقین کی ہیں، ان میں بارش کی طلب کے لیے بھی دعاء شامل ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں قحط کے دوران قرآنی آیات کے حوالے سے توبہ و استغفار کی کثرت کو بارش کے پانی کے نزول کا سب سے کارگر نسخہ قرار دیا تھا ۳۷۔

آخر میں پینے کے پانی کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے اہل وسائل اور اصحابِ خیر سے اس کے حل کے لیے ایک خیر خواہانہ اپیل کی ہے۔ اس مسئلہ کی سنگینی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انہوں نے یہ واضح کیا ہے کہ موجودہ دور میں اس مسئلہ نے انسانیت کے مشکل ترین مسئلہ کی شکل اختیار کر لی ہے، اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ آج ملک کی آبادی کی عظیم اکثریت پینے کے صاف پانی کی نعمت سے محروم ہے۔ غریب و مفلس لوگوں کو چھوڑ دیجیے، متوسط طبقہ کی بہت بڑی آبادی کو بھی یہ قیمتی و بے بدل مایہ دستیاب نہیں ہے ۳۸۔ پینے کے پانی کے سلسلہ میں قرآن کریم کے حوالہ سے یہ بات اوپر ذکر کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا تیسا نہیں بلکہ ''ماءِ فرات'' (میٹھے پانی) کا انتظام کیا ہے۔ قرآن میں اللہ کے آخری نبی ﷺ کو مسلمانوں کے لیے اسوہ قرار دیا گیا ہے۔ پینے کے پانی کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا مذاق اور معیار بہت بلند تھا، آپ ﷺ کو پینے کا وہ پانی پسند تھا جو ٹھنڈا و میٹھا ہو۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی سارے جہاں کے لیے رحمت ہے۔ پانی کے سلسلہ میں آپ ﷺ کی پسند کو بھی دنیا والوں کے لیے عام ہونا چاہیے۔ اس کا تقاضا ہے کہ پینے کا صاف و صحت بخش پانی دیہات و شہر ہر جگہ کی آبادی کے لوگوں کو بلا تفریق فراہم ہونا چاہیے۔ جہاں سمندر کا پانی کھارا ہو اور پینے کے لیے دوسرا پانی دستیاب نہ ہو، وہاں آج کی ترقی یافتہ تکنیک کو استعمال کر کے کھارے پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کیا جائے ۳۹۔ یہ سب ذکر کرنے کے بعد مولانائے محترم نے اس نکتہ پر خاص زور دیا ہے کہ حکومت کو تو اس عوامی فلاح و بہبود کے کام میں حصہ لینا ہی چاہیے، غیر سرکاری تنظیموں (NGO) اور اہلِ خیر کو بھی اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔ اس باب میں انہوں نے حضرت

عثمان غنیؓ کی قابلِ اتباع مثال پیش کی کہ حضور اکرم ﷺ کی ایماء پر انہوں نے اپنے جیبِ خاص سے تقریباً پینتیس ہزار درہم میں ''رومہ'' نامی کنواں خرید کر اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا[۷۹]۔

مصنفِ محترم نے اپنی بحث کا اختتام اس دردمندانہ اپیل پر کیا ہے کہ اللہ کی عطا کردہ اس عظیم نعمت کی قدر دانی اور اس سے فیض یابی و فیض رسانی کا تقاضا یہ ہے کہ پانی پینے کے سلسلہ میں جو اصول و آداب بیان کیے گئے ہیں ان کا پورا لحاظ رکھا جائے اور خاص طور سے اس کے استعمال میں فضول خرچی سے بچا جائے[۸۰]۔

کتاب کے مباحث سے روزمرہ زندگی میں پانی کے مسائل کے حل کے لیے جو قیمتی نصیحتیں و تجویزیں اخذ ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱- پانی جیسی قیمتی نعمت کی قدر دانی اور اس کے میسر ہونے و استعمال کرنے پر ذکرِ الٰہی و شکرِ الٰہی کا اہتمام۔

۲- پانی کے تحفظ کی خاطر اس کے استعمال میں احتیاط اور اسراف سے کلّی اجتناب۔

۳- پانی کے بحران (بالخصوص بارش کی کمی، قحط اور زیرِ زمین پانی کی سطح میں غیر معمولی گراوٹ) کی صورتِ حال میں رجوع الی اللہ اور توبہ و استغفار کی کثرت اور گناہوں سے اجتناب۔

۴- پینے کے لائق صاف، شفاف و میٹھے پانی کی فراہمی عملِ خیر ہے، اس کے لیے حکومت کی منصوبہ بندی اور عملی اقدامات کے علاوہ اہلِ خیر کا فراخ دلانہ تعاون مطلوب ہے۔

۵- پانی کے ذرائع و ذخائر کو پاک و صاف رکھنے کے لیے انفرادی تدابیر اور انہیں کوڑا کرکٹ اور صنعتی فضلات سے دور رکھنے کے لیے حکومت کی جانب سے معقول نظم و نسق ضروری ہے۔

زیرِ مطالعہ کتاب کا ایک مفید پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے آخر میں نہایت جامع

ومبسوط حواشی دیے گئے ہیں جو تقریباً سات صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں متعدد نصف صفحہ پر محیط ہیں۔ ''کتابیات'' کی ترتیب میں بھی مصنفِ محترم کی جدت برقرار ہے اور وہ اس صورت میں کہ الفبائی ترتیب کے بجائے موضوعاتی ترتیب کی رعایت کی گئی ہے، یعنی مصادر و مراجع کو اس ترتیب کے مطابق مندرج کیا گیا ہے: قرآن کریم، تفاسیر، حدیث کے مجموعے، کتبِ فقہ، سیرت و تاریخی کتب، جرائد و اخبارات۔

اس مختصر مگر انتہائی مفید کتاب سے تصنیف و تالیف سے متعلق جو قیمتی نکات سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

☆ مضمون یا کتاب کی تصنیف کے لیے مفید و دلچسپ موضوع کا انتخاب۔

☆ منتخب موضوع پر لکھنے کے لیے بنیادی مآخذ سے استفادہ اور بوقتِ ضرورت ثانوی مآخذ سے رجوع کرنا۔

☆ متعلقہ موضوع پر جدید اطلاعات یا ڈاٹاز سے حصولِ واقفیت اور مباحث میں ان کا برمحل استعمال۔

☆ جمع کردہ مواد کی روشنی میں منتخبہ موضوع پر اصل بحث پیش کرنے کے ساتھ اس سے ضمنی نکات کا استنباط۔

☆ آیات و احادیث سے اصل مبحث کو موکد و مضبوط کرنے کے علاوہ ضمناً فقہی مسائل کا استنباط۔

☆ کسی بھی موضوع پر مقالہ یا کتاب تیار کرنے کے دوران (اور بعد میں بھی) اس پر مطالعہ جاری رکھنا اور اس کے مواد میں اضافہ کرتے رہنا۔

☆ تحریر کو عام فہم بنانے کی کوشش کرنا اور اس کے نتائجِ بحث تک زیادہ سے زیادہ لوگوں کی رسائی کے لیے سادہ زبان اور آسان اسلوب اختیار کرنا۔

☆ کتاب یا مضمون کے مباحث کی افادیت اور ان کے پایۂ استناد میں اضافہ کے لیے حوالہ جات کا اہتمام اور ریفرنسنگ کے جدید منہج کو اختیار کرنا۔

☆ قرآن کریم کے حوالے سے کسی موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے موضوع

سے متعلق اس کے پیغام کو بار بار یاد دلانا اور قاری کے دل و دماغ میں قرآنی فکر جاگزیں کرنے کی کوشش کرنا۔

اس عاجز کی رائے میں مذکورہ بالا نکات میں آخری نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ پانی کی قدر و قیمت اور اس کے استعمال کے فوائد واضح کرتے ہوئے مصنف محترم نے بار بار ذکرِ الٰہی، شکرِ الٰہی اور اکتسابِ عمل خیر کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ قیمتی پیغام دیا ہے کہ پانی کے تحفظ، اسے آلودگی و کثافت سے پاک صاف رکھنے اور صاف و شفاف پانی کی فراہمی کے تعلق سے جو بھی خدمت انجام دی جائے گی وہ بلا شبہ ذخیرۂ اعمالِ خیر یا باقیاتِ صالحات کا حصہ بن جائے گی جن کے بارے میں قرآن مجید کا واضح اعلان ہے کہ یہ انجام کی بہتری، دار القرار کی خوش گواری اور دائمی زندگی میں موجبِ راحت وسکون ہوں گی۔ کتاب میں مختلف مقامات پر پانی کے فوائد اور ان سے فیض یابی کا ذکر کر کے مصنفِ گرامی نے رجوع الی اللہ اور شکرِ الٰہی کی جانب توجہ دلائی ہے اور اس کی فراہمی اور اسے صاف و شفاف رکھنے کے توسط سے انسانی خدمت کی بار بار دعوت دی ہے۔ حقیقت یہ کہ اس پیغام کو حرزِ جاں بنانے کی ضرورت ہے۔ یہاں واضح رہے کہ قرآن اہلِ ایمان کا ذہن اس نہج پر تعمیر کرتا ہے کہ مستقل دار القرار کی فکر دوسری تمام فکر پر غالب رہے اور یہ کتاب ہدایت انسان کو بار بار یہ حقیقت یاد دلاتی ہے کہ موت کا آنا یقینی ہے اور اسی کے ساتھ دوبارہ اٹھایا جانا، اللہ رب العزت کے سامنے حاضری، اعمال کے لیے جواب دہی اور اسی کے مطابق جزا کا نصیب ہونا یا سزا سے دوچار ہونا بھی پیش آنے والا ایسا واقعہ ہے جو شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن انسان کو اس بہت بڑی حقیقت کی بھی خبر دیتا ہے کہ موت دنیوی زندگی کا خاتمہ ہے، لیکن اسی کے ساتھ ایک دوسری زندگی کا آغاز ہوتا ہے جو جاوداں یا دوامی ہے۔ قرآن کے اس فلسفۂ موت وحیات کو نامور مفکرِ اسلام نے ایک مصرعہ میں سمو دیا ہے: ”ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی“۔ بلاشبہ اس دائمی زندگی کا اصل سرمایہ اعمالِ حسنہ یا باقیاتِ صالحات ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں ان کا ذخیرہ جمع کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

مختصر یہ کہ مولانا سلطان احمد اصلاحیؒ نہ صرف تصنیف و تالیف کے میدان میں انفرادی خصوصیات کے حامل تھے، بلکہ رہن سہن، چال ڈھال، نشست و برخاست، پوشش و پوشاک، گفتار و کردار اور عادات و اطوار مختلف پہلوؤں سے وہ ایک نادر و ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ رب العزت انہیں اپنی رحمت و مغفرت سے نوازے اور ہمیشہ ہمیش کے دار القرار میں انہیں اعلیٰ مقام مرحمت فرمائے اور ہم سب کو ان کی دینی و علمی خدمات سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ رب اغفر وارحم وانت خیر الرّٰحمین۔ ربّنا تقبل منّا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التوّاب الرحیم۔ آمین ثم آمین۔

حواشی و مراجع

۱ یہ کتاب پہلی بار ادارۂ علم و ادب، علی گڑھ سے ۲۰۱۱ء میں طبع ہوئی ہے۔
۲ پانی کا مسئلہ اور قرآن، محولہ بالا، ص۴ (دیباچہ)
۳ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۳
۴ پانی کا مسئلہ اور قرآن، محولہ، ص۵، ۳۲۔۳۳، حاشیہ نمبر۔۲
۵ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۶
۶ شہزاد الحسن چشتی، بارش اور پانی۔ اللہ کی نشانی، ششماہی علوم القرآن، ۲/۲۸، جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۳ء، ص۱۰۸
۷ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۸
۸ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۱۰
۹ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۹
۱۰ سنن ابو داؤد، ابواب صلوٰۃ الاستسقاء، باب رفع الیدین فی الاستسقاء
۱۱ سنن ابو داؤد (اردو ترجمہ: وحید الزماں)، ابواب الاستسقاء، باب رفع الیدین فی الاستسقاء، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۱۵ء، ۴۳۸/۱؛ محمد منظور نعمانی، معارف

الحدیث، کتب خانہ الفرقان، لکھنؤ، ۱۹۶۹ء، ۵/۲۴۶-۲۴۷

۱۲۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۹، ۳۵

۱۳۔ تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء، ۳/۱۵۶

۱۴۔ بارش اور پانی ۔ اللہ کی نشانی، ششماہی علوم القرآن، محولہ بالا ص۱۰۹

۱۵۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۲۰

۱۶۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۲۳

۱۷۔ بارش اور پانی - اللہ کی نشانی، ششماہی علوم القرآن، محولہ بالا ص۱۱۴

۱۸۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۲۳-۲۵

۱۹۔ بارش اور پانی ۔ اللہ کی نشانی، ششماہی علوم القرآن، محولہ بالا ص۱۲۳

۲۰۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۵، ۲۵

۲۱۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۹-۱۰

۲۲۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۱۰

۲۳۔ بارش اور پانی ۔ اللہ کی نشانی، ششماہی علوم القرآن، محولہ بالا ص۱۰۶-۱۰۷

۲۴۔ ششماہی علوم القرآن، محولہ بالا ص۱۱۶

۲۵۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۱۱، ۱۳

۲۶۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۱۴

۲۷۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۱۵

۲۸۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۱۶

۲۹۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۱۷

۳۰۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۱۸

۳۱۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۷

۳۲۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۱۹-۲۰

۳۳۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص۲۰، بحوالہ جلال الدین المحلی وجلال الدین السیوطی، تفسیر الجلالین،

دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، ص ۱۷۴

۳۴۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص ۲۰۔۲۱۔ نیز دیکھیے **ھدایہ**، یاسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند (بدون تاریخ)، ۳۳/۱

۳۵۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص ۲۲

۳۶۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ زیرِ مطالعہ کتاب میں ''فہرستِ مضامین'' کے تحت اور متن کے اندر بحث سے قبل ذیلی سرخی میں کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے یہ چھپ گیا ہے: ''پانی کی کمی بیشی میں نیکی کا دخل'' (ص ۳، ۶) جب کہ متن کے اندر صحیح لکھا ہوا ہے: ''پانی کی کمی بیشی میں نیکی و بدی کا دخل'' (ص ۲۶)۔

۳۷۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص ۲۷، ۳۶ (حاشیہ نمبر۔ ۱۵)، بحوالہ **مصنف عبد الرزاق** (کتاب الصلوٰۃ، باب الاستسقاء)، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۹۸۳ء، ۸۷/۳)

۳۸۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص ۵، ۲۱

۳۹۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص ۲۹۔۳۱

۴۰۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص ۳۱، بحوالہ: ملا علی قاری، **مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علیٰ ھامش المشکوٰۃ**، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ص ۱۶۵؛ اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخِ اسلام، تاج کمپنی، دہلی، ۳۷۵/۱؛ قاضی سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، مکتبۂ رحمت، دیوبند، ۱۰۶/۲

۴۱۔ پانی کا مسئلہ اور قرآن، ص ۳۲